ISSN 2518-9719

اِمتزاج

شمارہ : ۴

جولائی۔دسمبر ۲۰۱۵ء

مدیرِ اعلیٰ

پروفیسر ڈاکٹر ذوالقرنین احمد (شاداب احسانی)

شعبۂ اُردو، جامعہ کراچی

ویب گاہ:www.urduku.edu.pk

برقی ڈاک:imtezaajurdu@gmail.com

اِمتزاج

شمارہ: ۴، جولائی۔دسمبر ۲۰۱۵ء
شعبۂ اُردو، جامعہ کراچی

مجلسِ ادارت

سرپرست

پروفیسر ڈاکٹر محمد قیصر (شیخ الجامعہ)

مدیرِ اعلیٰ

پروفیسر ڈاکٹر ذوالقرنین احمد (شاداب احسانی) (صدر نشین)

مدیران

پروفیسر ڈاکٹر عظمیٰ فرمان

پروفیسر ڈاکٹر تنظیم الفردوس

ڈاکٹر رؤف پاریکھ

مجلسِ مشاورت

بین الاقوامی

ڈاکٹر معین الدین جینابڑے (بھارت)
ڈاکٹر خلیل طوق اَر (ترکی)
سویامانے (جاپان)
ڈاکٹر قاضی عبید الرحمن ہاشمی (بھارت)
ڈاکٹر محمد ابراہیم السیّد (مصر)
ڈاکٹر علی بیات (ایران)
ڈاکٹر ہینز ورنر ویسلر (سویڈن)
ڈاکٹر خواجہ محمد اکرام الدین (بھارت)
ڈاکٹر سہیل عباس خان (جاپان)

قومی

ڈاکٹر جاوید اقبال (حیدرآباد)
ڈاکٹر یوسف خشک (خیرپور)
ڈاکٹر محمد کامران (لاہور)
ڈاکٹر قاضی عابد (ملتان)
ڈاکٹر عبدالعزیز ساحر (اسلام آباد)
ڈاکٹر عزیز ابن الحسن (اسلام آباد)
ڈاکٹر افتخار شفیع (کراچی)
ڈاکٹر سیّد عامر سہیل (سرگودھا)
ڈاکٹر محمد سلمان (پشاور)
ڈاکٹر خالد خٹک (کوئٹہ)

قیمت: ۴۰۰ روپے، بیرون ملک ۱۰ امریکی ڈالر کے مساوی (بہ شمول ڈاک خرچ)

مدیرِ اعلیٰ 'امتزاج' نے ناشر اُردو اشاعت گھر، واحد پرنٹنگ پریس، اُردو بازار، کراچی سے چھپوا کر شعبۂ اُردو، جامعہ کراچی سے جاری کیا۔

فہرست

	اداریہ	ذوالقرنین احمد (شاداب احسانی)	۵
۱۔	سدرشن کے افسانوں کا موضوعاتی مطالعہ	تہمینہ عباس	۷
۲۔	اقبالؔ کی منظوم مکتوب نگاری	خالد ندیم	۱۹
۳۔	اقبال کی اُردو شاعری میں مزاحمتی عناصر	سبینہ اویس	۳۰
۴۔	منشا یاد کے افسانوں کا تجزیاتی مطالعہ	شبانہ امان اللہ	۴۱
۵۔	عزیز حامد مدنی کی شاعری کا نفسیاتی تجزیہ	صدف تبسم	۶۴
۶۔	موہن سنگھ دیوانہ اور اُردو ادب کی تنقید	عارفہ شہزاد	۷۹
۷۔	نادم سیتاپوری کی خاکہ نگاری	محمد ارشد عثمان	۸۴
۸۔	فسانۂ آدم: مجید امجد کا علم فلکیات پر ایک مقالہ	محمد افتخار شفیع	۱۱۱
۹۔	''ضیاء النبی'' میں اسمائے معرفہ	محمد رفیع ازہر	۱۲۱
۱۰۔	بابائے اُردو کے خطوط سبطِ حسن کے نام	محمد صابر	۱۳۴
۱۱۔	ضلع لیہ میں ادبی تحقیق کی روایت	محمد ممتاز خان/ گل عباس اعوان	۱۴۳
۱۲۔	جاگے ہیں خواب میں ــــ ایک مختصر تاثر	نثار ترابی	۱۵۰
۱۳۔	نوادرات	ادارہ	۱۵۵

اِس شمارے کے مقالہ نگار

(بترتیبِ حروفِ تہجی)

تہمینہ عباس	لیکچرر، گورنمنٹ کالج، گلستانِ جوہر، کراچی
خالد ندیم	ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبۂ اُردو، سرگودھا یونی ورسٹی
سبینہ اویس	اُستاد، شعبۂ اُردو، گورنمنٹ کالج وومن یونی ورسٹی، سیالکوٹ
شبانہ امان اللہ	اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اُردو، ڈگری کالج برائے خواتین، راولپنڈی
صدف تبسم	ریسرچ اسکالر، پی ایچ ڈی، شعبۂ اُردو، جامعہ کراچی
عارفہ شہزاد	اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اُردو، اورینٹل کالج، پنجاب یونی ورسٹی، لاہور
محمد ارشد عثمان	استاد، گورنمنٹ نیشنل کالج، کراچی
محمد افتخار شفیع	ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبۂ اُردو، گورنمنٹ کالج، ساہیوال
محمد رفیع ازہر	ریسرچ اسکالر، پی ایچ ڈی، علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی، اسلام آباد
محمد صابر	ریسرچ اسکالر، شعبۂ اُردو، جامعہ کراچی
محمد ممتاز خان رگل عباس اعوان	شعبۂ سرائیکی، اسلامیہ یونی ورسٹی، بہاولپور/ پرنسپل، گورنمنٹ کامرس کالج، کوٹ سلطان
نثار ترابی	صدر شعبۂ اُردو، گورنمنٹ کالج آف کامرس، راولپنڈی

اِداریہ

''امتزاج'' کا چوتھا شمارہ اساتذۂ شعبۂ اُردو کی استقامت کا مظہر ہے۔ اُردو اور شعبۂ اُردو کے لیے سن ۲۰۱۵ء یادگار سال ہے کہ اس سال بی۔کام اُردو لازمی کا امتحان تقریباً بارہ سال بعد منعقد ہوا۔ یہ بھی شعبۂ اُردو کی جہدِ مسلسل کا ثمر ہے۔ ستمبر ۲۰۱۵ء کا مہینہ بھی یادگار رہے کہ اس مہینے میں اُردو کے سرکاری زبان بنائے جانے کا اعلیٰ عدلیہ کا تاریخ ساز فیصلہ سامنے آیا، تمام پاکستانی اس فیصلے پر نازاں ہوں گے اور اعلیٰ عدلیہ کے شکر گزار بھی۔ جمہوری نظام کو تقویت بخشنے کے لیے جمہور کی زبان اُردو کا سرکاری زبان ہونا نہایت قابلِ تحسین قدم ہے۔ اس حکم نامے کے بعد تیزی سے سرکاری اور نجی دفاتر میں خط و کتابت سے لے کر تمام اُمور میں اُردو زبان کو اپنا لینا چاہیے۔ اب رہا سوال اس کا کہ اُردو زبان اکیسویں صدی کے تناظر میں جملہ اُمور میں پورا اُترے گی کہ نہیں تو ہمارے سامنے دنیا کے اُن ممالک کی مثالیں موجود ہیں جہاں لاطینی کی موجودگی کے باوجود اپنی اپنی زبانوں کے ذریعے تبدیلی لائی گئی۔ کیا کوئی سوچ سکتا تھا کہ لاطینی کی جگہ انگریزی لے لے گی۔ اُس عہد میں جملہ سائنسی علوم اور ٹیکنالوجی کی تعلیم لاطینی میں دی جاتی تھی۔ پورا یورپ لاطینی زبان کا اسیر تھا۔ رائل سوسائٹی آف لندن کا سائنس میگزین بھی لاطینی زبان میں نکلتا تھا۔ پھر یہ کیوں ممکن ہوا کہ جیفرے چاسر کی زبان عوام کی زبان کہلائی۔ اگر ایسا نہ ہوا ہوتا تو کیا انگلستان کی جمہوریت کا کوئی مستقبل ہوتا؟ آج بھی تمام ترقی یافتہ ممالک اپنی قومی زبان میں تمام دفتری اور تعلیمی امور سرانجام دے رہے ہیں چاہے وہ فرانس ہو یا جرمنی، جاپان ہو یا کوریا۔

دو سو برس کے تدریسی تجربے کی حامل اُردو زبان عدلیہ کی زبان تھی اور عوام کی بھی، لیکن ہمیشہ اشرافیہ کے رحم و کرم پر رہی۔ انجمنِ پنجاب اور سرسید تحریک نے اس میں نئی روح پھونکی۔ پاکستان میں اعلیٰ ملازمتوں (سول سروسز) کے مقابلے کے امتحان میں دو سو نمبر کے پرچے یعنی بحیثیت مکمل مضمون کے شمار ہوتی رہی۔ پھر یوں ہوا کہ اس کی یہ حیثیت اشرافیہ کو ایک آنکھ نہ بھائی اور نئے نصاب کے مطابق اُردو کے نمبر سو کر دیے گئے ہیں۔ اس تناظر میں دیکھیں تو واضح ہوتا ہے کہ اُردو زبان کم مایہ نہیں بلکہ ہم فکری سطح پر نہایت کم مائیگی کا شکار ہیں۔ یہ کم مائیگی اشرافیہ میں تو سمجھ میں آتی ہے لیکن اُردو زبان سے وابستہ لوگوں کا بھی چلن اسی انداز کا ہوتا جاتا ہے۔ اعلیٰ تحقیقی کمیشن کے منظور کردہ تحقیقی جرائد کو بھی مذکورہ نوعیت کا تسلسل سمجھنا چاہیے۔ جس زبان کا پہلا جریدہ ۱۸۲۲ء (جامِ جہاں نما) میں نکلا ہو، اُس زبان کے اساتذہ کو اُسی دیرینہ

روایت سے جُڑنا چاہیے تھا، ہوا اس کے برعکس۔

اب جو تحقیقی جرائد و رسائل نکل رہے ہیں، اُردو والے بھی اپنے تحقیقی مضمون کے لیے انگریزی میں ملخص (ABSTRACT) لکھ کر تفاخر میں مبتلا نظر آتے ہیں۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اعلیٰ تعلیمی کمیشن معیاری تحقیقی مضامین کا ترجمہ نہ صرف انگریزی میں بلکہ دیگر زبانوں میں خود کرواتا۔ اُس سے ان تحقیقاتی مضامین کے معیار کے تعین میں آسانی ہوتی اور یہ مضامین صرف اور صرف عہدہ اور منصب کے معاملات کو بہتر کرنے کے لیے نہ لکھے جاتے۔

اُردو زبان علمی سطح پر تا حال بے اعتنائی کا شکار ہے۔ اکثر لوگ ڈگری یافتہ ہیں تعلیم یافتہ نہیں، ایسے میں اُردو زبان کو اپنانا پاکستانیت اور خواندگی کے لیے ناگزیر ہے۔ علم پر مبنی معیشت کے خواب کی تعبیر بھی اُردو زبان کے مستقبل سے جُڑی ہوئی ہے۔

پاکستان کی بات دراصل اُردو زبان کی بات ہے۔ اُردو زبان ہی نے تمام صوبوں کو اکائی میں پرویا ہوا ہے۔ ان معروضات کی روشنی میں جتنی جلد ممکن ہو سکے ہمیں پاکستانیت اور قومی زبان اُردو کی طرف رجوع کر لینا چاہیے۔ کوئی بھی قوم تشخص کے بغیر ترقی نہیں کرتی۔ یورپ کے تاریک دور (Dark Ages) کا زمانہ بھی بغیر تشخص کے اسی انداز کا تھا جس سے ہم گزر رہے ہیں۔ یہ سوال آپ سب کے لیے ہے کہ یورپ تاریک دور سے کس طرح نکلا؟ اس سوال کے جواب میں ہی کہیں نہ کہیں ہماری ترقی کا پہلا زینہ موجود ہے۔

اس شمارے کے محققین اور مبصّرین نیز مجلسِ مشاورت میں شامل اہلِ علم کے تعاون کا مجلسِ ادارت تہہ دل سے شکریہ ادا کرتی ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر ذوالقرنین احمد (شاداب احسانی)

(مدیرِ اعلیٰ)